فرق

دروازے پہ گھنٹی بجی تو اس نے سوتے میں کروٹ لی دوسری گھنٹی پہ وہ آنکھیں ملتی اٹھی۔وہ منے کو دودھ پلاتے پتہ نہیں کب سو گئی۔میلے کچیلے کپڑے،بکھرے بال،سوجی سوجی آنکھیں۔تیسری گھنٹی پہ وہ باہر بھاگی۔

"کیا ہے انتظار نہیں ہوتا؟"اس نے بیزاری سے دروازہ کھولا۔

میاں کو دیکھ کر اور منہ بنایا تھا۔وہ جو تھکا ہارا ہاتھ میں انڈے اور دودھ پکڑے کھڑا تھا جھلا کر بولا۔

"بندہ گھر آئے کو سلام تو کر لے پہلے۔چابی آج گھر ہی بھول گیا تھا۔"اس نے شوپر پکڑا کر اپنا بیگ رکھا۔

"پیمپر پھر نہیں لائے؟"

آسیہ بولی تو وہ سر پہ ہاتھ مار کر بولا

"اوہ پھر بھول گیا۔کھانے کے بعد لاتا ہوں۔"

آسیہ نے سر ہلایا تھا۔

" اچھا زیادہ شور نہ مچانا منہ سو رہا ہے۔"وہ چیزیں لے کر کچن میں چلی گئی اور کچھ یاد آنے پہ مڑ کر بولی۔

"اور کپڑے بدل کر ذرا برتن لگوا دیں میرے ساتھ۔۔۔"

شرجیل ٹائی کھولتا اندر چلا گیا۔۔

-----------------------------------------------

دروازے پہ گھنٹی بجی تو اس نے چوتھی بار شیشہ دیکھا اسے پتہ تھا کہ کون آیا ہے۔وہ ایک ادا سے مسکرائی۔

وعلیکم السلام ۔۔

اس نے جواب دیتے ایک خوبصورت سرخ گلابوں کا بوکے اس کی طرف بڑھایا تھاجسے اس نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔پھول تھامتے اس کا ہاتھ اس سے ٹکرایا تھا اور ایک لمحے کو دونوں ہی ایک دوسرے میں گم ہو کر رہ گئے۔

"آیئے۔۔"

وہ لمبی ہیل سے سج سج چلتی ڈرائنگ روم تک آئی۔خوشگوار بھینی بھینی خوشبو کا احساس ہوا تھا اس کے آنے سے پہلے ہی وہ اے سی چلا کر ائیر فریشنر چھڑک چکی تھی۔یہاں آتے ہوئے تو وہ پہلے ہی مسرور تھا اتنو مذاج اور بخیر ہو گیا تھا۔چوڑیاں کھنکی تھیں تو چونکا۔

"آیئے۔۔۔"اس نے ڈائنگ روم کا پردہ سرکایا۔

پوری میز طرح کے لوازمات سے بھری پڑی تھی۔

ناجانے وہ کب سے تیاری کر رہی تھی۔

"ارے اتنے تکف کی کیا ضرورت تھی انکل آنٹی بھی نہیں ہیں تو۔۔۔؟"وہ شرمندہ ہوا۔

"نہیں آپ پہلی دفعہ آئے ہیں تو اتنا تو بنتا ہے ناں۔۔ماما پاپا بھی بس آتے ہی ہوں گے۔"وہ بولی اور دھیرے سے کرسی کھسکائی۔یہ اشارہ تھا کہ تشریف رکھیں۔وہ اس کے پاس کھڑی چیزیں دیتی رہی اور شرجیل بس اس بہانے آسیہ کو اپنے پاس کھڑے دیکھتا رہا۔اس کا دل چاہا بس یہ منگنی کا بندھن جلد شادی میں بدل جائے تاکہ یہ لمحے امر ہو جائیں۔۔۔

-----------------------------------

دیکھ لیا شادی سے پہلے اور بعد کا فرق؟کہ جب لمحے امر ہو جاتے ہیں تو انسان صرف دودھ انڈے پیمپر فیڈر تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔۔۔

آپ کا کیا خیال ہے؟؟

ساره عمر

چائے والی

بھاپ اڑاتا کپ سامنے آیا تو ایک لمحے کو اس کا چہرہ بھاپ سے ڈھک سا گیا تھا۔اچھا تھا ادھر کوئی دیکھ نہیں رہا تھا کہ دھواں کے اس پار کوئی خود بھی دھواں دھواں ہو رہا۔

اس سے پہلی ملاقات بھی کتنی عجیب تھی یونیورسٹی کینٹین میں وہ سب چائے پی رہے تھے وہ تو ہمیشہ سے چائے کا دلدادہ تھا۔۔۔اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا جب مخالف سمت بیٹھی لڑکی ایک دم اٹھی اور اس کا پرس اس کے کپ سے ٹکرایا گرم گرم چائے اس پہ گری تھی مگر چیخ وہ پڑی تھی۔۔۔

تیزی سے اس نے میز سے ٹشو اٹھائے اور جلدی جلدی اس کی شرٹ صاف کرتے سوری کہنے لگی۔۔۔

ہر شے ساکت ہو گئی تھی بس وہ تھی اور وہ تھا۔۔۔اس کے تمام دوست جہاں اس ناگہانی سے گھبرائے تھے وہیں وہ سب حیرانی سے اسے سر عام اس کی شرٹ صاف کرتے دیکھ کر رہ گئے۔۔اسے خود بھی احساس ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ اس کی شرٹ سے ہٹائے۔۔۔

وہ خفت سے سرخ پڑ گئی تھی۔وہ کیسے کسی اجنبی کی شرٹ پہ ہاتھ رکھے۔۔۔اففففف

وہ تیزی سے باہر نکال گئی تھی۔۔۔وہ مسکرا دیا۔۔۔

وہ سب جو اب تک کھڑے تھے کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔۔دل ابھی وہیں بھٹک رہا تھا پتہ نہیں کیوں۔۔۔

--------------------------

کتنے دن وہ دکھی نہیں لیکن ایک دن پوائنٹ میں جاتے وہ دیکھ ہی گئی۔۔۔وہ چائے والی۔۔۔

دوست نے کہنی ماری حالانکہ وہ دیکھ چکا تھا۔۔۔اس کی نظر اٹھی تو آنکھوں ہی سے سلام ہو گیا وہ پھر لال گلابی ہو گئی تھی۔۔۔وہ جس اسٹاپ پہ اتری وہ بھی پیچھے چلا آیا تھا۔۔۔

پھر گھر دکھ گیا۔۔۔

اتنا کافی تھا۔۔۔

ڈیپارٹمنٹ کچھ دن میں پتہ چل گیا تھا تو معمول بن گیا جب فری ہوئے اس کی کلاس کے باہر ڈیرے ڈال لیے۔۔۔

یہ باتیں چھپتی کہاں ہیں اور وہ چھپانا چاہتا کہاں تھا۔۔۔اچھا تھا سب کو پتہ لگتا مگر وہ تو بس کترا کر گزر جاتی۔۔۔

--------------------------

یونیورسٹی کے دن ختم ہوئے تو اس نے اماں کو اس کے گھر بھیجنے پہ تیار کر لیا تھا۔اس کا لمس اس شرٹ پہ ہمیشہ کے لیے رہ گیا تھا۔۔۔

وہ اب اس لمس کو اپنانا چاہتا تھا ہمیشہ کے لیے۔۔۔

--------------------------

وہ لوگ اس کے گھر رشتہ لے کر گئے تھےوہ چائے لے کر اندر آئی تو وہ مسکرا اٹھا۔۔۔اس نے چائے پیش کرتے ایک نظر اسے دیکھا تو پیالی ہاتھ میں کپکپا کر رہ گئی اسے لگا چائے والی پھر چائے گرا دے گی اور وہ اسی انتظار میں ہی تو تھا۔۔

پھر گرے پھر وہ اپنے ہاتھ سے صاف کرے مگر وہ سنبھال گئی۔۔چائے دے کے وہ چلی گئی۔۔چائے اچھی تھی لب مسکرانے لگے۔۔چائے والی بھی اچھی تھی۔۔۔

پھر گرے پھر وہ اپنے ہاتھ سے صاف کرے مگر وہ سنبھال گئی۔۔چائے دے کے وہ چلی گئی۔۔چائے اچھی تھی لب مسکرانے لگے۔۔چائے والی بھی اچھی تھی۔۔۔

"کدھر سے پڑھا ہے برخودار؟"

والد حضور نے پوچھا تو وہ ڈرتے ڈرتے بولا تھا۔۔۔

یونیورسٹی کا نام سن کر تو وہ جلال میں آ گئے تھے۔ ان کی ناک کی نیچے یہ کھیل کھیلا جا رہا تھا وہ انجان تھے سب سمجھنے میں لمحہ لگا تھا۔

"یہ شادی نہیں ہو سکتی، کبھی نہیں۔"

"مگر آپ میری بات۔۔۔"وہ گڑگڑایا

"ہرگز نہیں۔۔۔ہم لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتے جہاں پڑھا وہیں بر ڈھونڈ لیا۔"

وہ صاف انکار کر چکے تو وہ بھاری دل سے واپس آ گیا۔

--------------------------

اب اکثر یونیورسٹی کینٹین میں جا بیٹھتا ہوں چائے کی پیالی سامنے آتے ہی وہ لمحہ بھی تازہ ہو جاتا ہے۔۔۔ چائے والی تو ملی نہیں بس اب خالی دل نے خالی چائے پہ ہی اکتفا کر لیا ہے۔۔

---------

میری ماں میری جنت

"سارا دن میں ان بچوں کے ساتھ خوار ہوتی رہتی ہوں مجال ہے کہ کوئی میرا ہاتھ بٹائے۔"
ثانیہ خوب غصے سے چلا رہی تھی۔غصہ تو کافی دن کا چڑھا ہوا تھا اس لیے بول بول کر ہی اپنا غصہ نکال رہی تھی۔
ثانیہ کی شادی کو پانچ سال ہوئے تھے اور اس کے چار بچے تھے۔ان دونوں کی پسند کی شادی تھی اور دونوں کو بچوں کا بہت شوق تھا مگر اوپر تلے بچوں نے اسے نہایت چڑچڑا بنا دیا تھا۔پورا دن وہ کام میں لگی رہتی کھانا پکانا بچے سنبھالنا کپڑے دھونا صرف صفائی کے لیے ماسی آتی جو ایسی صفائی کرتی کہ گزارا ہی تھی۔میاں صاحب کو تو فضول کا خرچہ لگتی۔مگر ثانیہ کے لیے غنیمت تھی کچھ باتیں کر لیتی تو دل ہلکا ہو جاتا ساتھ وہ بھی بچوں کے کچھ کام کر لیتی۔ مگر دو دن سے ماسی بیمار تھی اور چھٹی پہ تھی۔گھر پھیلا ہوا تھا۔میاں صاحب کافی صفائی پسند واقع ہوئے تھے اور خیر سے اس کی ساس بھی ساتھ تھیں جو بوڑھی تھیں اور ان کے کام بھی اس کے ذمے تھے۔

آج کچھ مہمانوں نے آنا تھا اور وہ کبھی کچن سے صفائی کرتی کبھی بچوں کو کھانا دیتی۔ کبھی ڈسٹنگ کرتی تو کبھی سب چھوڑ کر بچے کا پیمپر بدلنے لگ جاتی۔ میٹھا بنا کر رکھ لیا تھا۔برتن بھی دھو کے صاف کر لیے تھے۔دو سالن ابھی بنانے تھےچاروں بچوں کو نہا کر اس نے کمرے میں بیٹھایا۔
ابھی باتھ روم کچن دھو کر وہ بیٹھی تھی۔سانس پھول رہا تھا صبح سے بغیر ناشتہ کیے وہ بس کاموں میں لگی ہوئی تھی۔ماسی کی چھٹی کی وجہ سے بھی غصہ آ رہا تھا۔پنکھے کی ہوا نے اسے ٹھنڈا کیا تھا جب اس کا چار سالہ بیٹا چلاتا ہوا آیا۔
"کیا ہوا؟"
وہ بوکھلائی تھی۔
"ماما اریان نے بوتل تور دی۔"
ثانیہ بھاگ کر کچن میں گئی تو اس کا دو سال کا بیٹا کچن میں ننگے پیر کھڑا تھا اور دوائی کی بوتل فرش پہ چکنا چور ہوئی پڑی تھی۔یقینا بڑے بیٹے نے پانی پینے کے لیے فریج کھولا تھا تبھی اس نے دوائی کی بوتل اٹھا لی۔

چم چم کرتے فرش کا حال دیکھ کر ثانیہ کا پارہ ہائی ہو گیا تھا اس نے او دیکھا نہ تاو ایک تھپڑ کھینچ کے اریان کو مارا اور کچن کے باہر پٹخا۔۔۔وہ بھاں بھاں کر کے رو رہا تھا۔۔۔
وہ پھر کچن دھونے لگی اگر کانچ چبھ جاتا تو؟
اریان اتنا چھوٹا تھا مگر اس کی شرارتیں ختم نہ ہوتیں۔
وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن دھو کر باہر نکلی تو تینوں بچے اپنی زبان میں اسے چپ کروا رہے تھے مگر اریان بھاں بھاں ہی کر رہا تھا۔اس نے کچن سے نکلی ثانیہ کو دیکھا تو قدم قدم چلتا اس تک آیا اور ماما کہہ کر اس سے لپٹ گیا۔اس کا دل بھر آیا تھا اس نے ایک نظر ان چاروں کو دیکھا اور اپنی باہوں میں بھر لیا۔۔۔
بچے کتنے سادے ہوتے ہیں مار کھا کے بھی اپنی ماں کے پاس ہی آتے ہیں ان کی ماں ان کی جنت جو ہوتی ہے۔
اس نے روتے ہوئے اریان کی پیشانی چومی تو بچوں نے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماما کے آنسو پونچھ دیئے تھے۔

2:12 PM

جواب

اس نے جلدی جلدی کپڑے دھو کر تار پہ لٹکائے تھے۔ کھانا پہلے ہی بنا لیا تھا۔صفائی، جھاڑو پونچھا بھی ہو گیا تھا۔منے کو نہلا کر ابھی صحن میں دھوپ میں بیٹھایا تھا لیکن وہ کہاں ٹکتا پاؤں پاؤں چلنا شروع ہو گیا تھا.ہر وقت دھیان ہی رکھنا پڑتا تھا۔ بڑا بیٹا اسکول سے گھر آیا تو "بھوک بھوک" کا شور ڈال دیا تھا۔ جلدی جلدی کپڑے بدلائے.منہ ہاتھ دھونے کا کہہ کر وہ کچن میں آئی۔وہ روٹی بنا کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ میاں صاحب اسی وقت گھر میں داخل ہوئے تھے۔چھوٹا بیٹا کیاری میں گھسا مٹی سے کھیل رہا تھا اسی وجہ سے .سارے کپڑوں اور منہ پہ مٹی مل لی تھی جبکہ بڑا بیٹا منہ ہاتھ دھو کر ٹونٹی کھلی چھوڑ آیا تھا۔چھوٹے نے تو مٹی اٹھا اٹھا کر صحن میں بھی پھینکی تھی۔ تبھی دھلا ہوا صحن بھی گندا لگ رہا تھا.صفدر نے دروازہ دھاڑ سے مارا۔ "ایک تو سکون کے لیے گھر آؤ وہ بھی ادھر میسر نہیں"

اس نے جلدی سے سالن روٹی میز پہ رکھی کہ کہیں میاں کا مذاج مزید نہ بگڑ جائے۔

"پھوہڑ عورت کرتی کیا ہو سارا دن؟ "روز اس سے ایک ہی سوال پوچھا جاتا جس کا جواب اسے کبھی نہیں آتا تھا وہ ہمیشہ ہی بس آسمان کی طرف دیکھ کر رہ جاتی۔

میرے قاتل

وہ کافی دیر سے پارک میں بیٹھا تھا یوں ہی بے مقصد مگر اس کے پیچھے بھی ایک مقصد تھا۔دیکھنے والوں کو لگتا کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہا تھا۔
پارک کے ایک پرسکون کونے میں بیٹھا وہ بہت غور سے وہاں کھیلتے بچوں کو دیکھ رہا تھا مگر کسی کو نہیں پتہ تھا کہ وہ بچوں کو نہیں کم عمر بچیوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی شکاری کسی شکار کو دیکھتا ہے۔۔۔

-------------------------------
----------

وہ کافی دیر سے بازار میں بے مقصد ٹہل رہا تھا۔وہ نیا نیا ادھر آیا تھا اس لیے اسے ادھر کے رہن سہن کا اندازہ نہیں تھا۔۔۔
بازار میں چہل پہل تھی وہ حیران تھا کہ سب عورتیں تو برقعوں میں پھر رہی ہیں مگر چھوٹی بچیاں تو بس لباس کا تکلف ہی کیے ہیں۔۔۔بغیر آستین کے کپڑے،کھلے گلے شوٹس،ٹائٹ پنٹس۔۔یہ لوگ اس لباس کے عادی تھے تبھی انہیں کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔
وہ بہت دیر سے اس بچی کو دیکھ رہا تھا جس کی ماں کپڑوں کی دکان میں کھڑی تھی اور وہ ساتھ والی دکان کے آگے کھڑی کھلونوں میں مگن تھی۔
وہ ادھر ادھر دیکھتا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا شکاری پہنچ رہا تھا۔۔۔

-----------------------------------
--------------

وہ پانچ چھ سال کی لڑکی تھی جس کے ماں باپ کھانا کھا رہے تھے اور وہ جھولا جھول رہی تھی۔وہ اس کے پاس آیا تھا اور اسے ایک چاکلیٹ دی تھی۔وہ اسے باتوں میں لگا کے اسی پرسکون گوشے کی طرف لے آیا تھا۔۔رات کا وقت تھا اس کے والدین ابھی اسے جاتا دیکھ نہ پائے تھے۔اسلم نے تیزی سے ایک رومال اس کی ناک پہ رکھا اور بے ہوش بچی کو ایسے گود میں اٹھایا کہ لگتا تھا سو رہی ہے وہ دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔
آگے کا کام تو بہت آسان تھا۔ہر روز ایسے واقعات ہوتے ہیں اور بھلا کون پکڑا جاتا ہے جو وہ پکڑا جاتا۔

-----------------------------------
---------

اس نے آہستہ آہستہ قدم بڑھائے وہ اس بچی کے سر پر پہنچ گیا تھا۔وہ شکل سے مصری لگ رہی ادھر ہر ملک کے ہی لوگ تھے۔۔۔اسے لگا کہ وہ مصری

بچی ہے۔وہ سوچنے لگا کہ اس سے کس طرح بات کرے کہ ایک دم اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا۔
وہ پیچھے مڑا اس کا روم میٹ سامنے کھڑا تھا۔(وہ اس کے ساتھ کمرے میں رہتا تھا۔جیسے باہر کے ملکوں میں لوگ کرایہ بچانے کے لیے کمرے شئیر کرتے ہیں)اطراف میں بازار بھی تیزی بند ہونے لگا تھا اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے۔اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"چلو اسلم۔۔۔"دوست ہاتھ پکڑ کر بولا تھا۔
"کدھر جانا ہے؟"اسلم حیران ہوا تھا۔
دیرہ(ریاض کی بڑی مسجد جس کا صحن بہت بڑا ہے اور بازار کے ساتھ واقع ہے) کی مسجد میں سب جمع ہو رہے۔۔۔وہ اس کا ہاتھ کھینچتا اسے مسجد کی طرف لے کر جا رہا تھا۔
"مگر کیوں؟"وہ حیران ہوا تھا۔۔
"خود ہی چل کر دیکھنا۔۔۔"وہ تیزی تیزی چلتے جا رہے تھے سب لوگوں کا رخ اس طرف تھا۔
مسجد کے صحن میں جمع غفیر اکٹھا تھا۔۔وہ دونوں بھی رک گئے۔
اسلم نے آگے بڑھ کر دیکھا۔

ایک مرد جس کے منہ پہ کالا شاپر چڑھا ہوا تھا ہاتھ باندھے زمین پہ بیٹھا تھا جبکہ ایک جلاد تلوار لیے اس کے سر پہ کھڑا تھا۔
اسلم نے خوف سے جھرجھری لی ۔
"یہ کون ہے؟"
یہ یمنی باشندہ ہے اس نے ایک سعودی عورت کو زیادتی کے بعد قتل کیا تھا اس کا جرم ثابت ہو گیا ہے۔
جلاد نے عربی میں کچھ کہا تھا مجمع میں اللہ اکبر کی آوازیں گونجی تھیں۔
جلاد نے تلوار بلند کی۔
اسلم کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔
کچھ چیخوں کی آوازیں آئیں تھیں۔اس کا سر ایک ہی وار میں تن سے جدا ہو گیا تھا۔۔۔اسلم نے آسمان کی طرف دیکھا اور گر کر بے ہوش ہو گیا تھا۔
اب باقی ساری زندگی وہ کسی بھی بچی کو بری نظر سے دیکھ نہ پائے گا۔

---

اگر مجرموں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں تو وہ کبھی جرم کا سوچ بھی نہ سکیں۔۔۔